بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری
قدس اللہ سرہٗ السعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبد الخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبد المتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

اپریل 2015ء/ جمادی الثانیہ 1436ھ

جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 4 - قیمت: 20 روپے

سالانہ ممبر شپ: 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

- مذہبی طبقوں کے ناجائز مال کھانے کے طریقے [1]
- قول و فعل میں تضاد کی سزا
- پاکستان میں اداروں کی تباہی
- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
- سیاست میں تشدد کا رُجحان
- یورپین بمقابلہ ایشین معاشی ماڈلز
- مجالس ؛ افاداتِ علم و حکمت
- مسلمان جماعت کا نظریۂ زندگی
- اللہ سے تعلق؛ مفہوم اور تقاضے
- ذکر اللہ کے مقاصد
- تعلق مع اللہ کا نتیجہ
- سچی خوشی خدمتِ خلق سے ملتی ہے
- بچوں پر تشدد کی بجائے تربیت کے متبادل طریقے اپنائیں
- خدا پر بھروسے کا ایمان افروز واقعہ
- حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی جدوجہد کی جامعیت
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ

مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی کے متعلق حضرت والاؒ نے اس رات کی محفل میں ایک موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ: ''ایک دفعہ حضرت مدنی نے کچھ مسودہ تنہائی میں لکھنا تھا۔ اس کے لیے بجنور تشریف لے گئے۔ وہاں کے ایک معتقد نے عرض کیا کہ: ''حضرت! میں نے آپ کی مدافعت (حفاظت) کے لیے پانچ ہزار رضا کار بھرتی کیے ہیں اور دس ہزار اَور (مزید) کروں گا۔''

حضرت (مدنی) نے متأثر ہو کر ہاتھ سے قلم ڈال دیا۔ (انھوں نے) فرمایا کہ:

''کیا تم مسلمان کو مسلمان کے خلاف لڑانے کے لیے ایسا کرو گے۔ یہ مجھے ہرگز پسند نہیں۔ خواہ مجھ پر کیسے ہی حملے کیوں نہ ہوں۔ تم پندرہ ہزار بھرتی کرو گے، وہ بیس ہزار کریں گے۔ اور اس طرح مسلمان مسلمان سے لڑیں گے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور مجھے یہ ہرگز پسند نہیں۔''

(مجلس: ۶/ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ یکم نومبر ۱۹۴۶ء۔ بروز: جمعہ۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: 206۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 مور یہ خان موسائٹی، عقب سٹار گیٹ نزد ائیر پورٹ، شاہراہ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیدپور روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

مذہبی طبقوں کے ناجائز مال کھانے کے طریقے 1

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (34:9)

(مسلمانو! یادرکھو! (یہودیوں اور عیسائیوں کے) علما اور مشائخ میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو لوگوں کا مالِ ناحق ناروا کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے اُنھیں روکتے ہیں۔)

قرآن نے یہاں اور متعدد مقامات میں یہود و نصاریٰ کے علما و مشائخ کی ایک بہت بڑی گمراہی یہ بتلائی ہے کہ ناجائز طریقے پر لوگوں کا مال کھا لینے میں بے باک ہوگئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر سمجھ لیا جائے۔ اس سے مقصود کیا ہے؟ یہ مقصود تو ہو نہیں سکتا کہ وہ لوگوں کے مال پر علانیہ ڈاکے ڈالتے تھے۔ ضرور کوئی ایسی ہی بات ہوگی، جو اُن کی روزانہ زندگی کے اعمال میں داخل ہوگئی تھی اور جس کا نتیجہ ’’ناجائز طریقے پر لوگوں کا مال کھانا‘‘ تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی حلقوں کے حسبِ ذیل اُمور قابلِ غور ہیں:

(1) بادشاہوں اور امیروں کی مطلب براریوں کے لیے شریعت کے حکموں کو توڑ مروڑ کر ایسی صورتیں نکال لیتے کہ امیروں کی ہوائے نفس پوری ہو جائے۔ مثلاً کوئی امیر اپنے کسی دشمن سے انتقام لینا چاہتا ہے تو یہ اس کے کفر کا فتویٰ تیار کر کے دے دیتے کہ شرعاً اسے قتل کرنا جائز ہے۔ بیوی سے نجات حاصل کرنی چاہتا تو فتویٰ دے دیتے کہ نکاح قائم نہیں رہا۔ اگر کسی روپے پیسے والے سے کوئی ایسی بات ہو جاتی، جس کی شرع میں تعزیر ہے اور وہ روپیہ دے کر بچنا چاہتا تو مسئلے کی کوئی ایسی صورت کھینچ تان کے بنا دیتے کہ تعزیر ساقط ہو جاتی۔ (2) ناجائز طریقے پر مال کھانے کی ایسی صورتیں نکالتے کہ مثلاً فلاں جماعت کافروں اور بت پرستوں کی جماعت ہے۔ ان کا مال دھوکے فریب سے بھی کھا لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ثواب ہے۔ چناں چہ علمائے یہود کا مشرکینِ عرب کی نسبت ایسا ہی فتویٰ تھا۔ (3) معاملات و قضایا میں رشوت لے کر فیصلے کرتے۔ قرونِ وسطیٰ میں پوپ سے لے کر کسی گاؤں کے ایک پادری تک جس طرح بات بات میں رشوتیں لیا کرتے تھے، تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔ (4) راہبوں میں سے جو شخص زیادہ شہرت حاصل کر لیتا، لوگ سمجھتے کہ اِسے روحانی تسلط و تصرف کا مقام حاصل ہوگیا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ پس ہر طرح کی حاجتیں لے کر اس کے پاس آتے اور وہ ان سے طرح طرح کی نذریں لے کر انھیں یقین دلا دیتا کہ تمھاری حاجت روائی کا سامان ہوگیا۔ (5) تمام مذہبی اعمال و رُسوم کے لیے باقاعدہ قیمتیں مقرر کر دی تھیں اور اس غرض سے کہ آمدنی کے وسائل زیادہ سے زیادہ بڑھیں، ہمیشہ نئی نئی رسمیں اور نئی نئی تقریبیں نکالتے رہتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مذہبی زندگی کے تمام اعمال‘ خرید و فروخت کا معاملہ بن گئے۔ کوئی نماز پڑھے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ خرچ کرے۔ روزہ رکھے تو اس کے لیے نذرانہ نکالے۔ شادی غمی ہو جائے تو اس کے لیے فیس مقرر، وعظ و نصیحت کی محفل کرنی چاہے تو اس کے لیے باقاعدہ رقوم، حتیٰ کہ کوئی خدا سے دعا بھی نہیں کرا سکتا، جب تک کہ اس کا مقررہ نذرانہ ادا نہ کردے۔ (تلخیص: ترجمان القرآن۔ ص: 402 تا 405)

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

قول و فعل میں تضاد کی سزا

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ’’يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ. فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ. فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ. فَيَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ مَالَكَ اَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَا آتِيْهِ وَ اَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَ آتِيْهِ.‘‘ (رواہُ مُسلِم)

(اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپؐ فرماتے تھے: ’’قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا۔ پھر وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی۔ وہ ان کو لیے ہوئے ہیں گدھے کی طرح، جو چکی میں پیستا ہے، چکر لگائے گا اور جہنم والے اس کے پاس اکٹھا ہوں گے۔ اس سے پوچھیں گے: اے فلاں! کیا تم اچھی بات کا حکم نہیں کیا کرتے تھے اور بُری بات سے منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! میں دوسروں کو اچھی بات کا حکم کرتا اور خود نہ کرتا اور دوسروں کو بُری بات سے منع کرتا اور خود اس سے باز نہ رہتا۔)

اس حدیث میں اس امر کی قباحت و شناعت کو بیان کیا گیا ہے کہ کوئی نیک عمل کی تبلیغ کرے، لیکن خود اس عمل سے پہلوتہی کرے یا کسی غلط کام سے پرہیز کی تلقین کرے اور خود اس میں مبتلا ہو۔ چناں چہ فاسد معاشرے میں عوام الناس کے دلوں کو گرمانے والے مذہبی واعظین، ان کے جذبات سے کھیلنے والے سیاسی زعما اور ان پر مسلط حکمران اسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ عوام الناس کو تو اخوت و بھائی چارے کی تلقین اور سادگی و قناعت کا درس دیتے نہیں تھکتے، لیکن ان کا اپنا عملی کردار لوگوں میں باہمی تفرقہ، غرور و تکبر، نمود و نمائش، ہوسِ اقتدار اور حرصِ مال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے افراد کے بارے میں شعوری بیداری کی ضرورت ہے، جو اپنے دوغلے پن سے نسلِ نو کو اسلام سے دور کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اس دنیا میں ترقی بھی ان افراد و اقوام کو حاصل ہوتی ہے، جو اپنے کہے کو عمل کی شکل دیتے ہیں۔ اور جو محض گفتار کے غازی ہوتے ہیں، وہ کبھی بھی کردار کے میدان میں فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ وہ صفتِ زہد سے آراستہ ہونے کی بجائے جاہ پرستی کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امر کو بڑی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے کہ وہ بات کہی جائے جو عمل سے عاری ہو۔ اور یہی ناراضگی کا عملی اظہار ہے کہ روزِ قیامت قول و فعل کا یہ تضاد رکھنے والے اس ہولناک عذاب سے دوچار ہوں گے کہ ان کی آنتیں پیٹ سے نکل پڑیں گی اور چکی پینے والے گدھے کی مانند اُن آنتوں کو لیے چکر لگاتے ہوں گے۔ پھر ان لوگوں کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے، جن پر وہ اپنی علمیت اور پارسائی کا تأثر قائم کیے ہوئے تھے۔ (زہد مفہوم اور تقاضے۔ ص: 85-84)

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستان میں اداروں کی تباہی

قوموں کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ ان کے ملک کے سیاسی، سماجی، انتظامی اور تربیت کے ادارے کتنے مضبوط اور فعال ہیں۔ سوسائٹی کی تعمیر و ترقی محض خلا میں نہیں ہوتی اور افراد و اقوام کے مثالی و تعمیری رویے کسی مارکیٹ سے نہیں خریدے جاسکتے، بلکہ یہ اجتماعی اداروں سے ہی پھوٹتے اور پروان چڑھتے ہیں۔

آج کی ہم عصر دنیا میں جو قومیں ترقی یافتہ کہلاتی ہیں، دراصل ان کی ترقی اُن کے اداروں اور انفراسٹرکچر کی مرہونِ منت ہے۔ ان کے سیاسی، سماجی اور ٹریننگ کے ادارے اتنے مضبوط ہیں کہ ملک کی ہر طاقت، عہدہ اور سماجی حیثیت' اداروں کے تابع ہوچکی ہے۔ فرد اپنی دولت، منصب اور اختیارات کی جس بلندی پر بھی پہنچ جائے، وہ ادارہ جاتی پروٹوکول کو بائی پاس نہیں کرسکتا۔ اسے ہی دنیا میں قانون کی حکمرانی کہا جاتا ہے۔ اگر کسی ملک میں اس کا خیال نہ رکھا جائے اور ادارے طاقت ور افراد اور عہدوں کے حسبِ خواہش کام کرتے ہوں تو پھر اس ملک اور قوم کی تباہی کو کوئی نہیں روک سکتا۔

ہمارے ملک کے بیش تر اداروں میں بھرتیاں صلاحیت و استعداد سے زیادہ رشوت اور سفارش کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ جس سے ادارے اپنی پیشہ وارانہ صلاحیت کا اظہار کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی اہل افسر آجائے تو اسے سفارش اور رشوت کی بنیاد پر بھرتی ہونے والے نااہل اور کرپٹ عناصر کام نہیں کرنے دیتے اور بات بات پر اس پر ناجائز دباؤ ڈلوایا جاتا ہے کہ یا تو وہ بھی اس کرپٹ نظام کا حصہ بن جائے یا کرپٹ عناصر کو اپنی من مرضی کرنے دے۔ اور وہ خاموشی سے اپنی نوکری کرتا رہے۔ سفارش اور رِشوت کی بنیاد پر بھرتیوں کی وجہ سے نہ صرف اہلیت، صلاحیت اور استعداد نظرانداز ہوتی ہے، بلکہ اس سے اداروں کے اندر مستقل بنیادوں پر مافیاز کا راج قائم ہوجاتا ہے اور کرپشن اپنی جڑیں بنالیتی ہے۔

ہمارے ہاں اداروں کی طاقت منوانے کے بجائے عہدے، اختیارات، سیاسی اور انتظامی حیثیت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ادارے بے اثر ہوکر عوام کی نظروں میں غیر اہم ہوچکے ہیں۔ ایک ادارے کا اعلیٰ افسر خود اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے ہی ادارے کے قوانین کو توڑتا ہے، لیکن قوم کو ان قوانین کی پابندی کی دعوت دیتا ہے۔ افسرانِ بالا اور قیادت کے اس دوہرے عمل سے اداروں کا تشخص بُری طرح مجروح ہوچکا ہے۔ پاکستان کے بیش تر مسائل' معیار اور میرٹ کو نظرانداز کرنے کی بدولت ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اگر شروع دن سے ہی ہمارے ہاں اداروں کی رِٹ اور قانون کی حکمرانی بلاامتیاز عہدہ و منصب قائم ہوجاتی تو آج زندگی کے مختلف شعبوں میں طاقت ور مافیاز کا راج قائم نہ ہوتا۔ اور معاشرے میں اداروں کے پروٹوکول اور اختیارات کو نظرانداز کرکے خود غرضی اور من مانی کا کلچر پیدا نہ ہوتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کرپٹ اور نااہل افراد کو بے اثر کرکے قومی سوچ پر اداروں کی تعمیرِ نو کرکے اداروں اور قانون کی حکمرانی کے کلچر کو فروغ دیا جائے۔ (مدیر)

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا شمار اُن اکابرین میں ہوتا ہے، جنھوں نے ہندوستان کی آزادی کے حصول کے لیے بے مثل جدوجہد کی۔ آپؒ کی پیدائش 1248ھ/1833ء میں قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی۔ تاریخی نام ''خورشید حسین'' تھا۔ والدِ محترم کا نام اسد علی صدیقی تھا اور زراعت کے پیشے سے منسلک تھے۔ نسباً صدیقی تھے۔ ابتدائی کتب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے چچا مولانا مہتاب علیؒ سے دیوبند میں پڑھیں۔ 1843ء میں آپؒ سہارن پور تشریف لے گئے۔ 1844ء میں آپؒ کے رشتہ کے چچا مولانا مملوک علیؒ آپؒ کو دہلی لے آئے اور اپنے بیٹے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے ساتھ دہلی عربیک کالج میں داخل کروادیا۔ دیگر کتب کی تحصیل مولانا مملوک علیؒ سے اور امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد مفتی صدرالدین آزردہؒ سے کی۔ حدیث کی تعلیم حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے اور امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد مولانا احمد علی سہارن پوریؒ سے حاصل کی۔ 1845ء میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تشریف لائے تو آپؒ کے ہم سبق ہوگئے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور فلسفے کے ساتھ ساتھ ادبیات، بیان و معانی، حساب اور ریاضی میں گہری دسترس تھی۔ خوش نویسی میں ماہر تھے۔ 1846ء میں مطبع احمدی میں کتابت کے شعبے سے وابستہ ہوگئے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ آپؒ کے رشتے دار بھی تھے۔ آپؒ بچپن ہی سے حاجی صاحبؒ سے مانوس تھے۔ حاجی صاحبؒ کی توجہ نے آپؒ کی زندگی میں انقلاب برپا کردیا تھا۔ انگریزوں کی ہندوستان پر حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ تھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا خیال تھا کہ قوم کی فلاح ان بدیسی حکمرانوں کو یہاں سے بے دخل کرنے میں ہے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے وقت آپؒ کی عمر 24 سال تھی۔ تھانہ بھون میں انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس میں حاجی امداد اللہؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حافظ محمد ضامن شہیدؒ اور آپؒ کے علاوہ دیگر اکابرین شامل تھے۔ جنگی فنون میں ماہر ہونے کی وجہ سے تھانہ بھون اور شاملی میں آپؒ کو فوج کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ آپؒ نے انتہائی جرأت اور بہادری کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی۔ تھانہ بھون اور شاملی میں کامیابیوں کا سہرا آپؒ ہی کے سر ہے۔ جنگِ آزادی کے دوران آپؒ نے اپنے ایک معتقد نواب شبّر علی خاں کے ذریعے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو جنگ پر آمادہ فرمایا۔ تھانہ بھون کے بعد شاملی میں بھی انگریزی فوج کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ تحصیل شاملی پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔ اس معرکے میں انگریزوں کا بہت نقصان ہوا۔ حافظ محمد ضامن شہیدؒ بھی اسی معرکے میں شہید ہوئے۔ تحریک کے اختتام پر حضرت گنگوہیؒ گرفتار کرلیا گیا۔ حاجی صاحبؒ حجاز تشریف لے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے، لیکن پولیس باوجود کوششوں کے آپؒ کو گرفتار نہ کرسکی۔ (بقیہ صفحہ 9 پر)

www.rahimia.org

قومی منظرنامہ

محمد عباس شاد، لاہور

سیاست میں تشدد کا رُجحان

سیاست کا تعلق انسانوں کی خدمت اور لوگوں کی رہنمائی سے ہوتا ہوا معاشرے کی تشکیل و تنظیم اور ترقی سے جاملتا ہے۔ یوں یہ شعبۂ اعلیٰ اَخلاق، رواداری، ہمدردی، خدمتِ خلق اور خوفِ خدا کا متقاضی ہوتا ہے۔ جب سیاست میں ذاتی اَغراض، گروہی تصورات اور طبقاتی مفادات کی آمیزش ہوجائے تو پھر یہ کسی اُصول کی پابند نہیں رہتی۔ ملک اور معاشرے میں کام کرنے والی سیاسی قوتوں اور جماعتوں میں اختلاف کوئی بُری چیز نہیں۔ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے سیاست کو دلیل و منطق، استدلال اور مکالمے کے دائرے میں رکھ کر ملک وقوم کی خدمت اور نئی نسل کی سیاسی تربیت کی جاسکتی ہے۔ جن معاشروں کی سیاست، دلیل اور ویژن سے عاری ہوجائے، اُس میں تشدد دَر آتا ہے۔ اصول اور نظریے کی سیاست کرنے والی پارٹیاں کبھی تشدد کی طرف مائل نہیں ہوتیں۔ ذہنی طور پر مفلس اور قلاش گروہ ہی تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سرمایہ دارانہ معاشروں کی سیاست اور نظام نے تشدد کو فروغ دیا۔ کیوں کہ سرمایہ دارانہ مفادات دلیل وبُرہان سے زیادہ اپنے مفاد کے محافظ ہوتے ہیں۔ اور اُن کے حصول کے لیے وہ سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ مسخ شدہ مذہبی تصورات، نسلی امتیازات، طبقاتی مفادات اور معاشرے میں موجود دیگر انسانی تضادات کو استعمال کرتے اور بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔ اس گھناؤنے کھیل میں نام نہاد مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی قیادتیں درپردہ اپنے مذموم عزائم اور مقاصد حاصل کرنے کے لیے اس خونی کھیل کو ''نظریاتی'' جواز فراہم کرتی رہتی ہیں۔ آج دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان بیش تر لڑی جانے والی جنگوں، قومی سطح پر بدامنی، قتل وغارت اور دہشت گردی کو اس آئینے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ آج پاکستان کی بیش تر جماعتیں سیاست میں تشدد کو اپنے حق میں استعمال کرتی رہتی ہیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کی بیش تر جماعتوں نے سیاسی کلچر کی بجائے نسلی، گروہی اور فرقہ وارانہ ماحول میں نشوونما پائی ہے۔ جن کی سیاست، خدمت اور رَواداری کے اُصول کی بجائے دوسرے فریق سے نفرت کرنے اور ریاست کے وسائل پر قبضہ کرنے کی نفسیات سے پھوٹی ہے۔ جن ملکوں کی سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں تشدد آجاتا ہے، وہاں سامراج کا اثر ورسوخ (influence) بڑھ جاتا ہے۔ کیوں کہ سامراج تشدد پر آمادہ حلقوں کو اُن کے مخالف فریق کے مقابلے میں وسائل فراہم کرتا ہے۔ اور بعض اوقات تو دونوں برسرِ پیکار قوتوں کی پشت پر سامراج آجاتا ہے اور اُن کو اسلحہ اور سرمائے کی شکل میں بے دریغ وسائل فراہم کرکے اپنے سامراجی عزائم کو یقینی بنالیتا ہے۔

ولی اللّٰہی جماعت کے مفکرین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے برعظیم کی قومی سیاست میں عدمِ تشدد اور مختلف الخیال معاشرے میں رواداری کی حکمتِ عملی کو متعارف کرایا۔ موجودہ حالات میں تشدد پسند سیاست سے گریزاں نوجوانوں کے لیے اُن کے افکار وخیالات خصوصی دلچسپی کے حامل ہیں۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

یورپین بمقابلہ ایشین معاشی ماڈلز

یورپین معاشی ماڈل جو اقتصادی مسائل کے حل کے لیے دنیا میں پیش ہوا تھا، نے سرمایہ دار کمپنیوں کے درمیان معاشی مفادات کا ٹکراؤ پیدا کردیا۔ نصف صدی سے قبل اس کی انتہا دو عالمی جنگوں پر منتج ہوئی۔ پہلی جنگ جو 19-1914ء پر مشتمل تھی، اس کے اثرات تیسری دہائی کے اقتصادی بحران اور دوسری جنگ جو 45-1939ء کے عرصے میں ہوئی، اس کے معاشی اثرات ساتویں دہائی کی عالمی سرد بازاری پر مشتمل مہلک مضمرات کی شکل میں دنیا کو برداشت کرنے پڑے۔ یورپین اقوام نے آئندہ تدارک کے لیے کئی معاہدات کیے۔ جن کے نتیجے میں عالمی بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ جیسے ادارے صفحۂ ہستی پر اُبھرے۔ چوں کہ ان معاہدات کے پس پردہ تنگ نظری پر مبنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کی حامل سوچ کارفرما تھی، اس لیے یہ دیوہیکل ادارے دنیا کی معاشی ہیئت کو مزید بگاڑنے کا سبب ثابت ہوئے۔ جان مینرڈ کینز نے معاشی بحران کی گرفت کو توڑنے کے لیے حکومتی مداخلت کا جو علاج تجویز کیا تھا، وہ بھی عارضی ثابت ہوا۔

ایشین اقتصادی ماڈل جو ڈینگ ژیاؤ پینگ کی طرف سے گزشتہ صدی کے آخر میں پیش کیا گیا تھا، اس کا تجربہ چین میں ہونے کے بعد باقی دنیا میں کچھ ردوبدل کے ساتھ سامنے آیا۔ نئے معاشی ماڈل نے نہ صرف عام آدمی کو جدید ٹیکنالوجی کے ثمرات سے مستفید کیا، بلکہ پُرانے اور بوسیدہ اداروں کی جڑیں بھی اکھاڑ کر رکھ دیں۔ تھامس ایڈیسن نے 1882ء میں نیویارک کے مالیاتی مرکز کو بجلی کی فراہمی کا جو پہلا پاور پلانٹ متعارف کروایا تھا، کل تک چند تبدیلیوں کے ساتھ یہی ماڈل کی دنیا میں غالب رہا۔ امریکا سمیت دنیا بھر میں 130 سال سے اسی کی اجارہ داری تھی، لیکن آج اس کو بھی خطرات لاحق ہوچکے ہیں۔ امریکی توانائی صنعت کی ایسوسی ایشن ایڈیسن الیکٹرک انسٹیٹیوٹ نے خبردار کیا ہے کہ ''جس طرح موبائل فون نے فکسڈ لائن ٹیلی فون انڈسٹری کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اسی طرح جیسے جیسے مزید گھر اور کاروبار شمسی توانائی، پن بجلی اور دیگر ذرائع سے اپنی بجلی آپ پیدا کرنے لگیں گے، ویسے ویسے ان کے صارفین اور آمدنیاں کم ہوتی جائیں گی۔ جب کہ گرڈ کو چلانے کے اخراجات بدستور وہی رہیں گے۔'' جی ٹی ایم ریسرچ کے مطابق امریکا میں تقریباً 45 ہزار 300 کاروباروں اور 5 لاکھ 96 ہزار گھروں میں شمسی توانائی کے پینلز لگ چکے ہیں۔ گزشتہ چار سال سے شمسی توانائی سے بجلی حاصل کرنے والے کاروباروں کی تعداد میں تین گنا اور گھروں میں چار گنا اضافہ ہوا ہے۔ کیوں کہ کارکردگی میں بہتری آنے اور چین میں انتہائی بڑی تعداد میں سستے پینل سے بننے سے شمسی بجلی کی لاگت کئی گنا کم ہوگئی ہے۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

مجالس : افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔ جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کو شائع کر کے ہم مجلّہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔ اس مجلس کی ریکارڈنگ اور جمع و ترتیب کے فرائض قاری عبدالرشید صاحب نے انجام دیے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس نمبر 2۔ 12/دسمبر 2014ء۔ مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: حضرت! ایک ہم عصر کالم نگار نے تو فلاسفی کے طور پر یہ بات پیش کی ہے کہ ساؤتھ افریقا اور جنوبی ایشیا میں خاندانوں ہی کی وجہ سے سیاست باقی ہے۔ جیسے ہندوستان میں نہرو خاندان، سری لنکا میں بندرانائیکے خاندان، پاکستان میں بھٹو خاندان، شریف فیملی اور چوہدری برادران وغیرہ۔ ان خاندانوں کے بغیر سیاست ممکن ہی نہیں ہے۔

حضرت اقدس: اگر ان خاندانوں کے بغیر سیاست ممکن نہیں ہے تو پھر جمہوریت کا ڈھونگ کیوں رچایا جاتا ہے؟ ویسے ہی انھیں بادشاہ بنا دو۔ جیسے سعود خاندان، شریف مکہ کا ہاشمی خاندان ہے۔ اس کا نام جمہوریت کیوں رکھا ہوا ہے!

سوال: حضرت! ان اشرافیہ، رائل فیلمیز اور حکمران طبقات کے جو باہمی اختلافات ہوتے ہیں، ان کی کیا حقیقت ہے؟

حضرت: اشرافیہ کی سوچ میں اختلاف نہیں ہوتا۔ دراصل ملکی وسائل کی بندر بانٹ کا اختلاف ہوتا ہے۔ ان کی لڑائی کی بنیاد عوامی مفاد یا اُن کی نمائندگی نہیں ہوتی، بلکہ ان کی آپس کی جنگ' اپنے خاندانی اور گروہی مقاصد کے لیے حکومت حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ کیوں کہ ملک میں جو کچھ بھی عمل ہوتا ہے، وہ اتھارٹی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ حکومت جس کی ہوگی اور جس کا غلبہ ہوگا، سارا کچھ اُسی کے استعمال میں آئے گا۔

سوال: حضرت! الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی طرف سے جو معلومات اور تجزیے آتے ہیں، اُس سے ایک بہت بڑی اکثریت متأثر ہوتی ہے۔ جیسے یہ کہا گیا کہ لارڈ میکالے سے پہلے ہندوستان میں کوئی نظامِ تعلیم نہیں تھا۔

حضرتِ اقدس: یہ بات تاریخی حقائق کے خلاف ہے کہ لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم سے پہلے کوئی نظام نہ تھا۔ ہندوستان میں آزاد قوم کے شایانِ شان تعلیم و تربیت کا ایک مکمل نظام موجود تھا، جس کا اعتراف خود لارڈ میکالے نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے۔ نیز دیگر منصف مزاج انگریزوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ ایسے کالم نگاروں کو چاہیے کہ لارڈ میکالے کی پوری رپورٹ پڑھیں۔ اُس میں اُس نے ہندوستان میں رائج نظامِ تعلیم کا اقرار کیا ہے۔ اُس نے پورے ہندوستان میں کلکتہ سے لے کر بمبئی تک سفر کیا۔ وہاں کئی کئی مہینے ٹھہرا۔ ہر شہر کے سکولوں کا جائزہ لیا۔ وہاں کے اہل مدارس کے حلقوں میں گیا۔ اُس کی بنیاد پر اُس نے تعلیم کی ریشو بتائی کہ تعلیم کتنے فی صد تھی اور اس تعلیم کا اَخلاق اور سماجی اقدار کے ساتھ کتنا مضبوط تعلق تھا۔ اب معاملہ یہ ہے کہ ایسی رپورٹ نہ دوبارہ چھاپتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کے سامنے آتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لارڈ میکالے نے جو نظامِ تعلیم دیا، وہ آزاد قوم کو غلام بنانے کے لیے تھا۔ غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے کے نظریۂ تعلیم کی اساس پر تھا کہ رنگ، نسل اور مذہب کے اعتبار سے لوگ ہندوستانی ہوں اور سوچ، فکر اور ذہن کے اعتبار سے برطانوی مفادات کے آلۂ کار ہوں۔ بے شک ایسی غلامانہ ذہنیت پیدا کرنے والا نظامِ تعلیم لارڈ میکالے سے پہلے ہندوستان میں نہیں تھا۔ کالم نگاروں کی بات اس تناظر میں دیکھی جائے تو ٹھیک ہے۔

لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کے ہندوستان کی سوسائٹی پر بہت بُرے اثرات مرتب ہوئے۔ غلامانہ ذہنیت کے حامل سکول و کالج، مراکز اور ادارے، جماعتیں اور گروہ تیار کیے گئے۔ چناں چہ سرسید کی تحریک ہو یا قادیانیوں کی جھوٹی نبوت، حدیث کے نام پر فرقہ وارانہ گروہیت ہو یا ندویت کی تعلیمی تحریک، انکارِ حدیث کا فتنہ ہو یا مودودی تحریک، پُرتشدد انتہا پسندوں کی گروہیت ہو یا انتہا پسند لبرل فاسشٹوں کی تنگ نظری ہو، یہ اسی میکالے کے نظریۂ تعلیم کے مختلف مظاہر ہیں۔ اسی کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ آزادی و حریت کے حامل افراد پیدا کرنے کی بجائے غلامانہ ذہنیت پیدا کر رہا ہے۔

سوال: حضرت! لارڈ میکالے کے نظام اور فلسفہ تعلیم کو سب سے پہلے کن حلقوں نے تنقید کا نشانہ بنایا؟ اور قومی نقطہ نظر سے اُس کا تحلیل و تجزیہ کیا؟

حضرتِ اقدس: اس پر سب سے پہلے قومی سوچ کے حامل ہمارے بزرگوں نے تنقید کی اور اس کے فلسفہ تعلیم کے قومی زندگی پر مضر اثرات کی نشان دہی کی۔ چناں چہ طفیل احمد منگلوری مرحوم نے اپنی کتاب ''ہندوستان کا روشن مستقبل'' میں اس پر تنقید لکھی۔ طفیل احمد منگلوری خود علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے، لیکن انھوں نے قومی سوچ کی وجہ سے علی گڑھ کی تعلیمی پالیسی پر بھی تنقید کی۔ اپنی اس کتاب کا خلاصہ ''روحِ روشن مستقبل'' کے نام سے لکھا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنی خودنوشت سوانح ''نقشِ حیات'' میں اس حوالے سے لکھا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے ''مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت'' کے عنوان سے کتاب لکھی۔ لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم پر بعض دیگر مصنّفین نے اپنی تحریروں میں تنقیدی حقائق کو شامل کیا۔ اس طرح سب سے پہلے آزادی پسند لوگوں نے تعلیمی اعداد و شمار پر مبنی حقائق واضح کیے۔ ان لوگوں نے قومی ذہن کے ساتھ لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کا مکمل ردّ کیا۔ ولی اللّٰہی تحریک کے حاملین بزرگوں اور مشائخ نے عملی طور پر اس نظریۂ تعلیم کی مزاحمت کی اور دین کے سچے مدارس و مراکز قائم کر کے آزادی اور حریت کا درس دیا اور قومی ذہن کی آب یاری کے لیے حریت پسند جماعتوں کی تشکیل کی۔ اور قومی آزادی کے لیے پوری قوم میں مکمل فکر و شعور پیدا کیا، جس کے نتیجے میں اس خطے میں غلامی سے نجات حاصل ہوئی۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 24/جنوری 2014ء/22/ربیع الاول 1435ھ کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں نماز جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن حکیم کی آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (6:66) کے تناظر میں اپنی گفتگو میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:

مسلمان جماعت کا نظریۂ زندگی

’’دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی سوچ اور فکر کے ماتحت ہوتا ہے۔ اُسی سوچ کے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی عمل اس وقت تک بروئے کار نہیں آسکتا ہے، جب تک کہ اس کے پس پشت کوئی نہ کوئی سوچ اور فکر پیش نظر نہ ہو۔ یہ سوچ اور فکر کا متعین ہونا ہی دراصل نظریہ ہے۔ نظریے میں دراصل وہ مقصد متعین کیا جاتا ہے کہ آپ کس مقصد اور کس ہدف کے لیے کام کر رہے ہیں۔ نظریۂ زندگی دراصل نیتوں کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ یہ بتلاتا ہے کہ ہم اس دنیا میں کسی بھی کام کو کرنے کے لیے کیا مقصد و ہدف سامنے رکھتے ہیں۔ وہ مقصد جتنا اونچا ہوگا، اتنا ہی انسانیت ترقی کے راستے پر گامزن ہوگی۔ وہ مقصد جتنا پست ہوگا، اتنا ہی نظریے کی پستی بھی ہوگی اور اعمال بھی پست ہوں گے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان جماعت کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ ایک اعلیٰ نظریہ، بلند سوچ اور اونچے درجے کا فکر اپنائے۔ قرآن نے مسلمان جماعت کو حکم دیا ہے کہ: فاستبقوا الخیرات۔ تمہارے مقاصد و اہداف ایسی بھلائی پر مبنی ہونے چاہئیں کہ نہ صرف وہ بھلائی تمہاری دنیوی ترقی کا باعث بنے، بلکہ اُخروی ترقی کا باعث بھی ہو۔ انسان اس کائنات کی سب سے پیچیدہ اور جامع مخلوق ہے، جو متنوع پہلو رکھتی ہے۔ اس کی ایک روح ہے، اس کا ایک جسم ہے۔ اس کی روح اور جسم سے مل کر اس میں نفس، قلب اور عقل کی ایک جامع کیفیت پیدا ہوئی، جو دنیا کی کسی مخلوق میں نہیں۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی یک طرفہ فکر و عمل کے حامل ہیں۔ ان کا عمل اور دائرۂ کار، ان کے مقاصد و اہداف بھی ایک ہی دائرے سے متعلق ہیں۔ ملکوتی نظام کی پاس داری کرنا اور اس کے مطابق کردار ادا کرنا۔ انسان واحد مخلوق ہے، جس میں اس کائنات کی تمام قوتوں کے تمام عناصر اور ایلیمنٹس جمع ہو چکے ہیں۔ اس لیے اس انسان کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ یہ ترقی کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے اپنا نظریہ اور فکر اپنائے، سوچ قائم کرے، آگے بڑھنے کے اہداف مقرر کرے۔ اس کے مقاصد بلند ہوں۔ وہ مقاصد کیا ہونے چاہئیں، اہداف کیا ہونے چاہئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں، قرآن حکیم کی تعلیمات میں انسانیت کے سامنے ان تمام اہداف کی وضاحت کی گئی ہے۔‘‘

اللہ سے تعلق؛ مفہوم اور تقاضے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

’’قرآن حکیم اور سیرت سے ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ انسان اپنے خالق اللہ ربُّ العزت کے ساتھ اپنا سچا تعلق قائم کرے۔ اس کی ترقی کا پہلا راستہ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ سچا تعلق ہے۔ اور یہ تعلق محض زبان، جسم اور قول و قرار سے نہیں، بلکہ دل، نفس اور روح کی تمام تر جامع خصوصیات کے ساتھ اُس کی وحدانیت پر یقین رکھنا اور اس بات کا یقین کرنا کہ کائنات کا کوئی ذرّہ اس کے عالم گیری نظام سے باہر نہیں۔ اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ایک باقاعدہ عالم گیر سسٹم کے تحت ہو رہا ہے۔ یہ نظام محض بخت و اتفاق اور کسی حادثے کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس نظم و ضبط، ڈسپلن، سسٹم اور تمام اُمور کی انجام دہی کے بنیادی واضح قاعدے اور ضابطے متعین کیے گئے ہیں۔ انھی قاعدوں اور ضابطوں کے تحت یہ کائنات چل رہی ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اس کائنات کے لیے ہم نے ایک طریقہ جاری کیا ہے۔‘‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تمام لوگوں کو کہا جا رہا ہے کہ ’’اللہ کے اس قانون اور سسٹم میں کسی قسم کی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔‘‘ جو چیز جس کام کے لیے طے کر دی گئی، جس کے جو فرائض اور ذمہ داریاں متعین کر دی گئیں، جن اُمور کی انجام دہی کا جو طریقۂ کار وضع کر دیا گیا ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ اس کائنات کی تمام چیزیں ایک سسٹم کے تحت ہی کام کر رہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سسٹم کے کبھی کچھ پہلو ہمارے سامنے ظاہر ہوتے ہیں، کچھ زمانہ گزرنے کے بعد اس کے کچھ اور پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد ہماری تگ و دو یا سائنسی جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں کچھ نئے پہلو اور سامنے آجاتے ہیں۔ کائنات میں تو کوئی تغیر نہیں ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اس کے سسٹم میں کوئی تغیر نہیں ہے۔

اصل میں تو ہمارے ذہن کا تغیر ہے کہ جو مشاہدات کے ذریعے سے ہم کائنات کے مختلف پہلوؤں کو دریافت کر لیتے ہیں۔ ذاتِ خداوندی کے ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کائنات کے تمام اُمور اسی ذات کے کنٹرول میں ہیں۔ اسی لیے مسلمان سے کہا گیا کہ دن کی پانچ نمازوں کی ہر رکعت میں وہ اس بات کا اعلان کرے کہ الحمدللہ رب العالمین۔ الحمدللہ کا صحیح معنی یہی ہے کہ اللہ نے اپنی طاقت و قدرت کے ساتھ جو عالم گیر سسٹم بنایا ہے، اس سسٹم پر اللہ کی حمد و ثنا، اللہ کی تعریف، اس عالم گیر نظام کے ماننے کے نتیجے میں انسان پر جو کیفیت حمد و شکر کی ظاہر ہوتی ہے، اس کے اظہار کے لیے لفظ الحمدللہ رب العالمین ہے۔ یہ دراصل ایک حالت اور کیفیت ہے، جو دل و دماغ پر طاری ہونی چاہیے، انسانی جسم کے سر سے پاؤں تک اس کا اثر ہونا چاہیے، قرآن نے اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ’’وہ لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ کے ڈر اور خوف سے اُن کی جلد تک لرزتی ہے۔‘‘ اللہ کے اس عالم گیر نظام کے مشاہدے کی بنیاد پر۔ یعنی ان کی روح سے لے کر ان کے جسم کے چمڑوں تک وہ کائنات کی عالم گیریت کس طریقے سے اس کے دماغ پر غالب ہو جاتی ہے، کہ جسم کا رُواں رُواں، اُسی کی طاقت اور قوت کے سامنے سرنڈر ہو جاتا ہے۔ یہی اللہ کو ماننا ہے۔‘‘

www.rahimia.org

ذکر اللہ کے مقاصد

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے۔ لفظِ اللہ کا معنی بھی کشش، اپنی طرف کھینچنے والی ذات ہے۔ ہر انسان کی روح اس کی طرف ایسے کھنچتی ہے، جیسے مقناطیس کی طرف لوہا کھنچتا ہے۔ تو جیسے مقناطیس سے لوہا اپنی طاقت لے کر اپنے اندر وہ کراماتی صلاحیت پیدا کرسکتا ہے، جو مقناطیس کے اندر ہے، ایسے ہی وہ انسان اس طاقت کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑ کر اپنے اندر وہ طاقت و قوت پیدا کرسکتا ہے، جو اللہ رب العزت نے انسانیت کے لیے مقدر رکھی ہے۔ اس کے آگے بڑھنے کے لیے متعین کی ہے۔ اس توانائی کے ساتھ وہ وابستہ ہوچکا ہے۔ یہ وابستگی دراصل اللہ کے ذکر سے اس کے دل و دماغ میں رچتی اور بستی ہے۔ یہ صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ جو ذکر کراتے ہیں، تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزارتے ہیں، تزکیہ کراتے ہیں، اس کا دراصل مطلب ہی یہ ہے کہ وہ انسان دراصل اس کائنات کے تمام عالم گیر نظام کو چلانے والی اُس طاقت' اللہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لے، اُس قوت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر کے اپنے اندر وہ توانائی پیدا کرے کہ جس کے ذریعے سے اس گردوپیش کے ماحول اور نظام اور اس کے بعد کے تمام مراحل، قبر اور حشر کے مراحل میں وہ توانائی اس کے کام آئے۔ آج ہم یہ بات مشاہدہ کرتے ہیں کہ پوری کائنات توانائی کے بغیر نہیں چلتی۔ آج توانائی کے بغیر ایک ذرا سا معمولی کام نہیں ہوتا۔ یہ کائنات کی توانائیاں ہی ہیں، جو دراصل اس کائنات کے سسٹم کو چلائے ہوئے ہیں۔ انسان کے دل کی بھی ایک توانائی ہے۔ اس کے دماغ کی بھی ایک قوت اور طاقت ہے۔ اس کی عقل کی پرواز کے لیے بھی ایک توانائی کا میدان چاہیے۔ ایک طاقت و رقوت چاہیے، جس قوت کے ساتھ وابستہ ہوکر اس کی عقل ترقی کے مراحل طے کرے۔ اس کا قلب جرأت اور ہمت کے مراحل طے کرے۔ اس کا نفس آگے بڑھنے کے لیے مواقع تلاش کرے اور اس کے لیے وہ ایک جامع کردار ادا کرے۔ یہ کردار تبھی ممکن ہے کہ جب وہ اللہ کے اس تعلق کے ساتھ پختہ وابستگی، اس کی محبت، اس کی چاہت، اس کی عظمت، اس کے ساتھ وابستگی کو اپنے دل و دماغ کے اندر پورے طریقے سے محسوس کرے، اس کا دراک کرے، اپنی عقل سے بھی، اپنے نفس سے بھی اور اپنی روح سے بھی۔

ایک طاقت و رقوت چاہیے اور وہ قوت سوائے اللہ ربّ العزت کے اور کوئی نہیں ہے۔ لاحول ولاقوۃ اِلا باللہ کا جب وہ اعلان کرتا ہے، لا الٰہ الا اللہ کا جب وہ اعلان کرتا ہے، جب اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ اکبر تو اس طرح وہ کائنات میں سب سے بڑی طاقت و قوت کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ اس طرح اس کے دل کی گہرائیوں سے، اس کی روح سے، اس کی پنہائیوں سے جب اللہ کی یہ پکار سامنے آتی ہے تو گویا کہ وہ اپنے آپ کو اس طاقت کے ساتھ جوڑ لیتا ہے۔ اور جو اللہ کی اس طاقت کے ساتھ جڑ گیا، وہی کامیاب ہے۔''

تعلق مع اللہ کا نتیجہ؛ انسانی جان و مال کا احترام

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اے انسانو! تمھاری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ مجھ سے تعلق کا لازمی نتیجہ تمھارے اندر یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ تم بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب انسانیت کی خدمت کے لیے کردار ادا کرو۔ ''تم انسانیت کے نفع کے لیے کردار ادا کرنے والے بنو''۔ ''للناس'' کہا، للمسلم یا للعرب نہیں کہا۔ مخصوص قبیلے یا مخصوص خاندان، مخصوص فرقے یا گروہ یا مخصوص عقیدے والے کی بات نہیں کی گئی، بلکہ للناس، پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کی سوچ تمھارے پیشِ نظر ہو تو یہ کامیابی کا راستہ ہے۔ انسان کی سربلندی کا راز اسی بات میں ہے کہ وہ جب اللہ کے ساتھ اپنے تعلق اور طاقت و قوت کو اپنے اندر حاصل کرلیتا ہے تو وہ تمام انسانوں کے لیے یکساں سوچ، ان کی بھلائی کے لیے یکساں فکر، ان کی ترقی کا اس کے اندر یکساں کردار ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ انفرادی جذبے، محض نسلی تعصب، خاندانی تعلق اور قومی شناخت سے ہٹ کر بین الاقوامی تناظر میں اپنے تعصّبات کے دائرے سے بالاتر ہوکر کل انسانیت کی فلاح و بہبود کی سوچ رکھتا ہے۔ انسانیت کے نفع کے لیے کام کرتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسانوں میں سب سے بہتر انسان وہ ہے، جو انسانیت کو نفع پہنچائے''۔

انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت انسانی جان و مال کا احترام اور اس کی معاشی سرگرمیوں میں اس کی کفالت کا عمل ہے۔ یہی وہ دو بنیادی حقائق ہیں، جس سے اس دنیا کا نظام وجود میں آتا ہے۔ انسانوں کے جسمانی تحفظ کے لیے سیاست کا نظام وجود میں آتا ہے اور انسانوں کی مالی ضروریات کی کفالت کے لیے معاشی سسٹم وجود میں آتا ہے اور عمرانی تعلقات سامنے آتے ہیں۔ انسان کے اللہ سے تعلق قائم کرلینے کی صورت میں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اس کے بہتر سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کی تشکیل کے لیے کردار ادا کرے۔ دنیا اُسے تکلیف پہنچائے، دنیا اُسے اذیت پہنچائے، دنیا بدعملی کے لیے کردار ادا کرے، دنیا انسانیت دشمنی کے لیے کردار ادا کرے، لیکن مسلمان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ نبی کی اتباع میں انسانیت کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر کردار ادا کرے۔ انسانیت کی فلاح کی سوچ اس کے پیشِ نظر ہو۔ اسے تو امن کے لیے جان قربان کرنی ہے۔ اسے تو انسانی مال کے تحفظ کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔ اسے معاشی کفالت اور ایک بہتر معاشی سسٹم کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ انسانوں کے درمیان بہتر تعلقات کے لیے اُسے بہتر سماجی نظام قائم کرنے کے لیے کاوشیں کرنی ہیں۔ دنیا اگر تعصّبات کا شکار ہو، فرقہ واریت میں اُلجھی ہوئی ہو، انتشار میں مبتلا ہو، انسانیت نما درندے انسانیت پر مسلط ہوں، تو ان کی مزاحمت کرنا، ان کا مقابلہ کرنا' دراصل یہ اس کے تعلق مع اللہ کا تقاضا اور اس کی ترقی کی بنیاد ہے۔''

www.rahimia.org

بچوں کا کالم چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

سچی خوشی خدمتِ خلق سے ملتی ہے

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم وتربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

نورچشمی۔ السلام علیکم

دوسروں کا خون چوس کر اور خدا کی مخلوق کو دُکھ دے کر کوئی سُکھ میں نہیں رہ سکتا ہے۔ جو ایسا کر کے خوش ہوتے ہیں، وہ سچی خوشی کو نہیں سمجھتے۔ ایک شخص جو دوسروں کو لوٹ کر اور فریب دے کر دولت جمع کرتا ہے، کبھی خوشی حاصل نہیں کر سکتا۔ پاک اور سچی خوشی صرف اُن لوگوں کی قسمت میں لکھی جاتی ہے، جو خدمتِ خلق کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں اور ہمیشہ ساتھیوں سے پیار، محبت سے رہیں۔ لڑائی جھگڑے کی عادت نہ ڈالیں۔

بُرے بھلے بچے کی پہچان فوراً ہوجاتی ہے۔ ماں نے سب بچوں کو لڈو یا نارنگیاں بانٹ کردیں۔ بڑے بچے کے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ میرا لڈو چھوٹا ہے۔ میرے اس بھائی بہن کے پاس نارنگی بڑی ہے۔ بس اسی بات پر رونے لگتا ہے۔ اچھے بچے اپنی چیز میں سے دوسروں کو اور زیادہ دے کر خوش ہوتے ہیں۔

یہاں جیل میں اچھے پڑھے لکھے ہوئے سیاسی قیدی اسی بات پر لڑتے ہیں۔ اُن کے دل میں شبہ گزرتا ہے کہ فلاں شخص کو حصہ سے زیادہ چیز مل گئی ہے اور مجھے تھوڑی ملی ہے۔ اس لیے وہ جا کر باورچی سے جھگڑتے ہیں۔ باورچی قیدی بے چارہ قسمیں کھا کر یقین دلاتا ہے، مگر اس کو یقین نہیں آتا ہے۔ وہ یہی خیال کرتا ہے کہ میرے ساتھ شرارت کی جاتی ہے اور مجھے چیز کم دی جاتی ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ بچپن میں ایسے لوگوں کی تربیت خراب ہوتی ہے۔ بعض لوگ جیل خانے میں ایسے آتے ہیں، جو باوجود غریب ہونے کے دل دریا رکھتے ہیں۔ کوئی زیادہ لے جائے، وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو کم ملا ہے۔ بعض نوالے گنتے رہتے ہیں اور سب سے جھگڑتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو! جیل خانہ ایسی جگہ ہے، جہاں فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ اس شخص کی تربیت اور عام اخلاق اچھے ہیں یا بُرے ہیں۔ کیوں کہ چھوٹی سی دنیا میں آرام کے سامان کم اور خوراک کی مقدار کانٹے کے تول ملتی ہے۔ اس لیے جس شخص کی بچپن کی عادت رہی ہو، وہ زیادہ کے لیے بچوں کی طرح جھگڑتا ہے۔ اور بعض اوقات سانپ کی طرح اندر ہی اندر بل کھاتا رہتا ہے۔ پھر کسی روز پتہ چلتا ہے کہ اس کی ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ فلاں روز اس کو چیز کم ملی۔ اسی طرح مسافری میں آدمی کے اَخلاق کا پتہ چل جاتا ہے۔ سفر میں بھی چھوٹے دل کا آدمی اپنے آرام کے لیے دوسروں کو بے آرام کرتا ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑتا ہے۔

خواتین کا کالم انیس احمد سجاد، لاہور

بچوں پر تشدد کی بجائے تربیت کے متبادل طریقے اپنائیں

بچوں کی اصلاح کے لیے سزا کو آلے کے طور پر استعمال نہ کیا جائے، کیوں کہ تشدد سے بچوں میں اچھائی کی بجائے خرابی کی طرف راغب ہونے کے امکانات پیدا ہوجاتے ہیں۔ والدین کو کوشش یہ کرنی چاہیے کہ صلہ رحمی، اخوت، درگزر، صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچے کو کم سے کم سزا دے کر تعلیم وتربیت کے متبادل طریقے اختیار کیے جائیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ سزا بچے میں نظم وضبط پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ نہیں ہے۔ سزا غلط رویوں کو روکنے کی بجائے بچوں کو آئندہ جرم کے لیے محتاط کردیتی ہے۔ وہ اپنے نقشِ قدم زیادہ مہارت سے چھپا دیتا ہے۔ ایک بچہ جب سزا پاتا ہے تو وہ ایمان دار اور ذمہ دار بننے کی بجائے زیادہ محتاط ہوجاتا ہے۔ چناں چہ اسلامی مفکر ابن خلدون کا خیال یہ ہے کہ بچوں پر زیادہ سختی، خواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہو یا استاذوں کی طرف سے، بچے کے اَخلاقی اور عقلی شرف کو صدمہ پہنچاتی ہے۔ چوں کہ انسان فطرتاً مختلف قسم کی تربیت حاصل کرنے کی طرف مائل رہتا ہے، اس لیے ہم اس میلان سے کیوں نہ فائدہ اٹھائیں اور بچے کو مختلف علوم وفنون کے ذریعے، جس کا کہ وہ محتاج ہے، اُسے تعلیم دی جائے۔ جسمانی سزا بچے کو اپنے ماں باپ، اساتذہ اور اپنے سبق سے بغض پر آمادہ کرتی ہے۔ اور پھر بچہ اُس سختی سے بچنے کے لیے حیلہ ونفاق سے کام لیتا ہے۔ سختی بڑے آزاد اور باعمل اشخاص پیدا نہیں کرتی، بلکہ تنگ دل، جاہل، کند ذہن اور ذلیل وپست افراد پیدا کرتی ہے۔ مفکرین کا خیال ہے کہ جن بچوں، طلبا اور ملازموں کی تربیت سختی کے ساتھ کی جاتی ہے، ان پر مغلوبیت اور گھٹن چھائی رہتی ہے۔ اور اُن کی چستی وذہانت ختم ہوجاتی ہے۔ بلکہ یہ چیز انھیں سستی، کاہلی، جھوٹ اور نفاق پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اُس کے ذریعے سے سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ خود بھی اس سے ظلم، مکر وفریب، دھوکے بازی کا سبق سیکھ لیتے ہیں۔ اس سے یہ چیز اُن کی فطرت اور مزاج میں شامل ہوجاتی ہے اور اُن کے اندر انسانی اَخلاق واطوار خراب ہوکر رہ جاتے ہیں۔

ہمیں بچوں کو حکمتِ عملی کے ساتھ کسی چیز کے خراب یا غلط ہونے پر قائل کرنا چاہیے، اُن کی گندی اور بُری عادات پر اُن کے ساتھ بات چیت کر کے اُس کی خرابی اور اُس کے نقص سے اُن کو ذہنی طور پر قائل کرنا چاہیے۔ سختی اور تشدد سے وہ چیزوں کو وقتی طور پر چھوڑ دیں گے، لیکن چھپ کر اس کو کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ”ہمارے گھروں کی فضا محکومی اور ذلت سے آلودہ ہے اور ہم اُس فضا میں سانس لیتے ہیں اور ہمارے بچے اُسی میں پلتے بڑھتے ہیں۔ چناں چہ ہماری اس گھریلو زندگی کا اثر ہمارے گھر سے باہر کی پوری زندگی پر پڑا۔ جس طرح ہم نے گھر کے اندر اپنے خاندان کو محکوم سمجھا، اسی طرح ہم گھر کے باہر خود بھی ذہناً طبعاً اور اَخلاقی لحاظ سے محکوم اور پست ہوگئے۔ اور ہماری اولادیں اسی سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں۔ سچ پوچھو تو ہماری موجودہ قومی پستی جمود، بے ضمیری اور عدمِ استقامت بہت حد تک ہماری گھریلو زندگی کا عکس ہے۔“

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

خدا پر بھروسے کا ایمان افروز واقعہ

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہم کے تربیت یافتہ مایہ ناز شاگرد اور داماد، ان کی وفات کے بعد ان کے فکر و عمل کے وارث مدرسہ رحیمیہ کے سربراہ اور سلسلۂ تصوف کے مسند نشین ہیں۔ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ''التمہید'' میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے امام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ تک ولی اللّٰہی جماعت کا تعارف کرایا ہے۔ اس میں آپ کا ذکر تیسرے طبقے میں کرتے ہوئے فرمایا: ''اس جماعت میں کچھ ایسے حضرات ہیں جو ولی اللّٰہی روایات کے متبحر عالم اور حافظ ہیں، یہ حضرات اصلاً زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہیں۔ جیسا کہ شیخ الاجل مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ، صدر الحمید مولانا (شاہ) محمد اسحاق دہلویؒ؛ یہ لوگ تعلیم و تدریس کے امام ہیں۔ یہ جماعت ہے، جس کا نام ہم نے ''ولی اللّٰہی جماعت'' رکھا ہے۔ اس جماعت کا اختتام صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلوی المتوفی (۱۲۶۲ھ/1846ء) پر ہوتا ہے۔'' حضرت مولانا محمد یعقوب دہلویؒ ان کے حقیقی بھائی اور آپ کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ میں ان کے جانشین ہیں اور حضرت سندھیؒ ان کا لقب صدر العمید رکھتے ہیں۔ دونوں بھائی بلند اخلاق، سخاوت اور توکل وغیرہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ توکل کا مفہوم؛ اسباب اختیار کرتے ہوئے، اسباب پر بھروسہ کی بجائے اللہ تعالیٰ پر اعتماد قائم رکھنا ہے۔ ان دونوں بھائیوں کا درج ذیل واقعہ اس کی بہترین نظیر ہے اور ہمارے لیے مشعل راہ۔

حضرت امیر خاں صاحب ''امیر الروایات'' میں لکھتے ہیں: تحصیل سکندر آباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور، جس کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ بہت بڑا گاؤں ہے۔ یہ ایک وقت میں مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحاق صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نہایت سخی تھے اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول سے رہتے تھے۔ لیکن ایک روز میں نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں ادھر سے ادھر چلے آتے جاتے اور کتابیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی میں آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آئی ہے، جس سے یہ اس قدر خوش ہیں۔ یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کروں، مگر بڑے میاں صاحب (حضرت شاہ محمد اسحاقؒ) سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ چھوٹے میاں صاحب سے پوچھا کہ حضرت! آپ بہت خوش نظر آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے متعجبانہ (تعجب پیدا کرنے والے) لہجے میں فرمایا کہ: تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا کہ: ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہوگیا ہے۔ یہ خوشی اسی کی ہے۔ کیوں کہ جب تک وہ تھا، ہم کو خدا پر توکل پورا نہ تھا اور اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا ہے۔

(بقیہ: عظمت کے مینار؛ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

1860ء میں حج کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے۔ 1861ء میں نانوتہ میں تدریس کا کام شروع کیا۔ آپؒ کے شاگردوں میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا احمد حسنؒ، مولانا حکیم منصور علیؒ قابلِ ذکر ہیں۔ نانوتہ، دیوبند اور میرٹھ میں ولی اللّٰہی فکر کی ترویج کے لیے درسِ قرآن کا آغاز فرمایا۔ اسی دوران تصنیف اور مطبع مجتبائی میرٹھ میں کتابوں کی تصحیح کا کام بھی 7 سال تک سرانجام دیا۔ چناں چہ آپؒ نے وہاں صحیح بخاری شریف کے کچھ حصے کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔

1857ء کے جہادِ آزادی کی تلافی اور ولی اللّٰہی افکار کی ترویج کے لیے دارالعلوم دیوبند کے قیام کی تجویز پیش ہوئی۔ آپؒ نے 30/ مئی 1866ء کو دیوبند میں چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے سائے میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ چناں چہ آپؒ نے تعلیم و تدریس کے اصولِ ہشت گانہ اور انتظامی اُمور کی انجام دہی کے آٹھ اساسی اصول جاری کیے۔ حاجی امداد اللہؒ کو جب دارالعلوم دیوبند کے قیام کی حجاز میں خبر ملی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ مظاہر العلوم سہارن پور کی بنیاد بھی آپؒ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ مدرسہ شاہی مراد آباد اور مدرسہ شاہی امروہہ کا قیام بھی آپ ہی کی جدوجہد کا مرہونِ منت ہے۔ حاجی صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا:

''اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا؟ تو مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو پیش کردوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں۔''

1867ء میں دوسری بار حج سے واپسی پر مطبع ہاشمی میرٹھ میں کچھ عرصہ کام کیا۔ 77-1876ء میں مذاہب کانفرنسز میں اسلام کی حقانیت انتہائی مدلل انداز میں ثابت کی۔ ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کے ساتھ آپؒ کے مناظروں اور مباحثوں نے بہت شہرت حاصل کی۔ ان مباحثوں میں آپؒ نے عقلی طور پر دینِ اسلام کے بنیادی احکامات کی حقانیت ثابت کی اور انگریزوں کی تفرقہ بازی کی سازشوں کو ناکام بنایا۔

آپؒ کو شاعری سے بھی شغف تھا۔ اُردو اور فارسی میں شعر کہے۔ قاسم تخلص تھا۔ آپؒ کا زیادہ تر کلام حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ ''قصائدِ قاسمیہ'' کے عنوان سے آپؒ کا ایک مجموعہ بھی مرتب شدہ ہے۔ آپؒ کے اشعار انتہائی بلند پایہ ہیں۔

1878ء میں تیسری بار حج سے واپسی پر طبیعت خراب ہوگئی۔ اس کے بعد مستقل طور پر بیماری کی گرفت میں رہے۔ علاج معالجے سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر 4/ جمادی الاولیٰ 1297ھ/15/ اپریل 1880ء میں 47 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپؒ کی تدفین دیوبند میں ہوئی، جسے بعد میں ''مقبرۂ قاسمی'' کہا گیا۔ انتہائی نامساعد حالات میں حق و صداقت کا علم بلند کرنے والی اس ہستی کی تاریخِ وصال حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے ''پیوند خاک زہد وسخا ہوں ہزار حیف'' نکالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

www.rahimia.org

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی جدوجہد کی جامعیت

پندرہ روزہ ''فکرِانقلاب'' کے ''شیخ الہند نمبر'' کے لیے ایک اہم مکتوب

(دہلی (انڈیا) کے ایک مؤقر مجلّے ''فکرِانقلاب'' نے اکابرین علمائے دیوبند نمبر زشائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ چناں چہ حضرت مدنی، حضرت تھانوی، علامہ انورشاہ کشمیری وغیرہ پر کئی ضخیم نمبر شائع ہوچکے ہیں۔ اس مجلّے کے مدیر مولانا محمد اعجاز عرفی دسمبر 2013ء میں پاکستان تشریف لائے تو انھوں نے مارچ 2014ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ پر ایک ضخیم اور وقیع نمبر شائع کرنے کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں انھوں نے ایک خط کے ذریعے حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے اپنے مجلّے کے ''شیخ الہند نمبر'' کے لیے ایک پیغام لکھنے کے لیے درخواست کی۔ مولانا عرفی کے خط کے جواب میں حضرت رائے پوری مدظلہٗ نے درجِ ذیل پیغام مکتوب کی صورت میں تحریر کیا۔ یہ اہم مکتوب ''فکرِانقلاب'' کے مارچ 2014ء میں ''شیخ الہند نمبر'' میں طبع ہوا۔ قارئین رحیمیہ کے استفادے کے لیے اسے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ مدیر)

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

محترم جناب مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ آپ کے گرامی نامے سے معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت اقدس حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ کی گرامی قدر خدمات کے تذکرے پر مبنی پندرہ روزہ ''فکرِانقلاب'' کا ایک ضخیم نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ کا یہ عزم بلاشبہ بہت مبارک ہے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ایک ایسی عظیم الشان شخصیت ہیں کہ تجدیدِ دین کے حوالے سے ان کی خدمات کی وجہ سے سب سے پہلے ان ہی پر ضخیم نمبر شائع ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ان کے اولوالعزم شاگردوں کے تذکرے کے بعد ہی سہی، آپ کی یہ سعی انتہائی مبارک باد کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت ہیں، جو بلاشبہ اس دور کے حکیم الامت اور مجدد الملّت ہیں۔ دین کے تمام شعبوں میں انھوں نے امت کی کامیابی کے لیے جو درست حکمتِ عملی اختیار کی اور ملت کی تجدید کے لیے جیسی کدوکاوش کی ہیں، وہ انتہائی جامعیت لیے ہوئے ہیں۔ علومِ قرآنیہ کے فروغ، آزادی وحریت کے حصول اور عدل وانصاف وامن وامان کے نظام کے غلبے کے لیے آپ کی مساعی زریں الفاظ سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ شریعت، طریقت اور سیاست کی انتہائی جامع شخصیت تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے شریعت کے صاف شفاف چشمے سے سیرابی کے لیے ترجمہ قرآن حکیم، علومِ نبوی کی تشریح وتفصیل اور تعلیم وتدریس سے لے کر فقہی ذوق کی ترویج تک ایک ایسا تجدیدی کارنامہ کیا ہے، جس کی مثال اس موجودہ دور کے علما میں نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں انھوں نے نہ صرف صفحۂ قرطاس پر اپنی تحقیقات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، بلکہ ایسے انسان بھی تیار کیے، جن کے نفوسِ ناطقہ پر شریعت کی حقانیت کا خوب رنگ چڑھا۔ انھوں نے ایسے مردانِ کار تیار کیے، جو فقاہتِ دینی میں ''فقیہ النفس'' کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ نے طریقت کے شعبے میں ایسا مجددانہ کردار ادا کیا کہ ذوق ووجدان کی نئی راہیں انسانیت کے سامنے کھلیں۔ آپؒ اپنے مشائخِ عالی مقام کی ارواح مقدسہ کے ساتھ ایسا گہرا ربط اور تعلقِ تامّ رکھتے تھے، جس نے آپؒ پر عالم بالا کے مقاماتِ عالیہ کے دروازے کھول دیے اور ملاءِ اعلیٰ کے فیضان نے آپؒ کے قلب و روح میں شعور وبصیرت کی شاہراہِ عظیم کھول دی۔ جس سے وہ نبض شناسِ زمانہ ہوئے اور انسانی ہدایت کے سرچشمے ان کے قلبِ صافی سے پھوٹے۔ ان کے قلبِ مصفّٰی کے چشمۂ فیض سے اخلاص وللّٰہیت اور احسان وسلوک کے پیکر ایسے حضرات تیار ہوئے، جو روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔ انھوں نے طریقت کو روایتی انداز کے گورکھ دھندوں سے نکال کر ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی صفتِ احسان کے مطابق طالبین وسالکین کی تربیت کا اہتمام کیا۔ یوں دورِ حاضر کے ایسے نبض شناس رجالِ کار تیار ہوئے، جنھوں نے انسانی قلوب کو انواراتِ الٰہیہ سے منور کرنے کا کردار ادا کیا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے سیاست کے شعبے میں ایسا جامع راستہ اختیار کیا کہ جو اس دور میں ملتِ اسلامیہ کی بقا کے لیے لازمی تھا، بلکہ کل انسانیت کا فائدہ اسی راستے پر چلنے میں ہی تھا۔ آپؒ کی قلبی جرأت اور عقل وشعور کی حکمت نے سیاست کے میدان میں بڑا ہی جرأت مندانہ اور انقلابی کردار ادا کیا۔ ہندوستان پر برطانوی سامراج کے ظلم وجبر کے گھٹن زدہ ماحول میں حضرت شیخ الہندؒ نے انقلابی جرأت کے ساتھ اقدامات کیے۔ ایسے وقت میں کہ جب کہ روایتی علما حجروں میں بند ہوکر عافیت کے پردے میں گوشہ نشیں تھے، آپؒ نے آزادی وحریت کا غلغلہ بلند کیا۔ قوم کو انگریز سامراج کے خلاف قومی آزادی کا شعور دیا۔ قوموں کو زوال سے نکالنا' بڑے تدبر اور بصیرت کا تقاضا کرتا ہے۔ کٹھن حالات میں اپنی نسل کو بچاتے ہوئے حریت وآزادی سے ہم کنار کرنا ایک انتہائی اہم مرحلہ تھا، لیکن حضرت شیخ الہندؒ کے تدبر وبصیرت نے یہ کام انتہائی ذمہ داری، بالغ نظری اور شعوری حکمتِ عملی کے ساتھ کیا۔ انھوں نے قوم کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے سامراج مخالف تحریکات برپا کیں اور قوم میں غلامی کی مزاحمت، سامراجی سسٹم سے بغاوت اور وطن کو آزاد کرانے کا شعور دیا، اور اسی کے ساتھ قوم کو تشدد، انتہاپسندی اور

نفرت وانتقام سے مغلوب ہوکر مخبوط الحواس بنانے کی بجائے عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی کے تحت انتہائی صبر وحوصلے سے اپنی قومی طاقت کو محفوظ کرنے کا راستہ متعین کیا۔ آپ نے عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی کے تحت قومی زوال سے نکلنے کا ایسا شان دار راستہ متعین کیا، جو آج ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اپنے اندر جاذبیت اور پوری کشش رکھتا ہے۔ قوموں کی تاریخ کا سیاسی مطالعہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ دنیا بھر میں عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی کے تحت ہی قومی آزادی کی جدوجہد صحیح نتائج پیدا کرتی ہے۔ انتہاپسندی اور تشدد زوال پذیر قوم کی مزید تباہی کا راستہ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی شریعت، طریقت اور سیاست کی جامع شخصیت کے نقش ونگار کا اندازہ ہمیں ان کے دور میں دارالعلوم دیوبند سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے اولوالعزم حضرات کی جدوجہد سے بھرپور زندگی سے ہوتا ہے۔ نیز ان کی اس جامعیت کا اظہار جمعیت ثمرۃ التربیت، جمعیت الانصار، نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی، جامعہ ملیہ اسلامیہ (تب علی گڑھ) دہلی، جمعیت علمائے ہند جیسے عظیم اداروں اور اجتماعیتوں کی تشکیل اور صورت گری سے ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی اس تمام تر تگ وتاز اور فکر وعمل کا منبع دراصل حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے سلسلۃ الذہب سے تعلق رکھنے والے علمائے ربانیین کی تعلیمات اور فکر وفلسفہ تھا۔ اسی لیے حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے لیے "حُجۃ اللّٰہ علی العَالمین" (دنیاجہان کے لوگوں پر اللہ کی حجت) کا لقب استعمال کیا ہے اور بلاشبہ اس دور میں ولی اللّٰہی علوم وافکار کے حوالے سے اللہ کی حجت حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے ذریعے سے ظاہر ہوئی ہے۔

آج بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم بحیثیتِ مجموعی حضرت شیخ الہند کے بلند فکر وعمل اور ان کی عمدہ سیرت وکردار کو بھلا چکے ہیں اور جو قومیں اپنے سچے رہنماؤں کے افکار، تعلیمات اور جہد وکردار کو بھلا دیتی ہیں، زمانہ انھیں ایسی بھول بھلیوں میں ڈالتا ہے کہ اُس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملتا۔ ہمارا حال کچھ ایسا ہی ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ اور ان کے سلسلے کے اکابر علمائے حق کے راستے کی صحیح پہچان اور شعور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کے فکر وعمل کے مطابق شریعت وطریقت اور سیاست کی جامعیت کے ساتھ ان کے شان دار کارناموں کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

الحمدللہ! یہاں پاکستان میں ہمارے شیخ ومرشد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے اپنی ساری عمر حضرت شیخ الہندؒ کے اسی فکر وعمل اور جہد وکردار کو نوجوانوں میں متعارف کرانے کے حوالے سے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ولی اللّٰہی فکر کے شائقین نوجوان علما اور طلبا حضرت شیخ الہندؒ کے بتلائے ہوئے راستے پر بڑے عزم واستقامت سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں علومِ قرآنی کے اسی انداز واسلوب کو سامنے رکھا جاتا ہے، جو ولی اللّٰہی سلسلے کے علمائے حق، خاص طور پر حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے متعین کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ ایک بار پھر مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے ہندوستان میں جرأت کر کے حضرت شیخ الہندؒ پر وقیع تحریرات جمع کر کے ایک ضخیم نمبر کی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائیں۔

اس "شیخ الہند نمبر" کے لیے امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کے حالات پر لکھی جانے والی ایک پُرمغز تحریر ارسال کی جارہی ہے۔ یہ دراصل حضرت سندھیؒ کی علمائے دیوبند کے کام کے تعارف اور ان کی تجدیدی حیثیت کو بیان کرنے کے لیے عربی میں لکھی ہوئی کتاب "التمہید لتعریف ائمّۃ التجدید" کی چند فصلیں ہیں۔ راقم سطور نے ان کا اردو ترجمہ اور حواشی لکھے ہیں۔ امید ہے کہ ایک عظیم شاگرد کے اپنے عظیم استاذ کے حوالے سے یہ تأثرات آپ کے نمبر کو مزید وقیع بنادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور دینی شعور کی دولت سے مالا مال کرے اور دین اسلام کے غلبے کے لیے ہماری مساعی کو قبول فرمائے۔

والسلام

(مفتی) عبدالخالق آزاد رائے پوری

(جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

خادم سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور)

وناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

مؤرخہ 9/صفر المظفر 1435ھ/13/دسمبر 2013ء بروز جمعۃ المبارک

بقیہ — یورپین بمقابلہ ایشین معاشی ماڈلز

نومبر 2014ء میں مائیکروسوفٹ نے ویومنگ میں اپنا ایک ایسا ڈیٹا سنٹر کھولا، جس کے لیے بہت زیادہ بجلی درکار تھی، لیکن مائیکروسوفٹ نے اس سنٹر میں گرڈ سے بجلی کا کوئی کنکشن نہیں لیا اور قریب واقع گڑھے کے پانی کو قابل استعمال بنانے والے پلانٹ سے بائیوگیس حاصل کر کے فیول سیلز کے ذریعے اپنی بجلی خود پیدا کی۔ چوں کہ یہ سارا پلانٹ بھی چین کا ہی بنا ہوا تھا، لہٰذا انتہائی سستا ہونے کے باعث اس کا نصب کرنا اور بھی آسان تھا۔ مذکورہ صورتِ حال تو صرف توانائی کے شعبے کی ایک معمولی سی جھلک تھی، جب کہ معیشت کے تمام شعبے، خواہ ان کا تعلق بینکاری سے ہو، سائنس اور ٹیکنالوجی، تعلیم، تجارت یا فلم وغیرہ سے ہو۔ تمام کے تمام شعبے، جن کی اُٹھان گزشتہ صدی میں

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فرمایا

"تمھارے سیاستدان' بڑی بڑی اسکیمیں بناتے ہیں، لیکن ان کی نظر خاص طبقوں سے آگے نہیں بڑھتی۔ وہ قوم اور وطن کا نام لیتے ہیں' مذہب اور کلچر پر زور دیتے ہیں، لیکن ان کی قوم، وطن، مذہب اور کلچر کا تصور یا تو سِرے سے موہوم ہے یا ان کا اطلاق ایک خاص طبقے کے اغراض اور مصالح پر ہوتا ہے۔

یہ لوگ صرف اپنے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زمانہ ان کے اشاروں پر سدا حرکت کرتا رہے گا اور لوگ ہمیشہ ہمیشہ ان کی طرف ہی تکتے رہیں گے۔"

(خطبات ومقالات۔ امام عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:236۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

یورپ اور امریکا سے ہوئی تھی، آج وہ سارے کے سارے ہچکولے کھا رہے ہیں۔ HSBC جو کہ ایک برطانوی ادارہ ہے، آج اس کی ایپکس مینجمنٹ پر کرپشن کے الزمات لگ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ نوارٹس جو ایک میڈیسن کمپنی ہے، آج جاپان میں بدعنوانی کی وجہ سے اس کے کاروبار کو خطرہ لاحق ہے۔

سرمایہ دار کمپنیاں جس سرمائے کے بل بوتے اور منڈیوں پر قبضے اور بالادستی کی بنا پر کل تک دنیا میں چھوٹی چھوٹی قوموں کا استحصال کر رہی تھیں، آج انھیں اپنی بقا کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایشین معاشی ماڈل کے سامنے کوئی دوسرا ماڈل ٹھہر نہیں سکتا۔ کیوں کہ دونوں کے بنیادی تصورات جدا جدا ہیں۔ اوّل الذکر استحصال اور تنگ نظری پر مبنی ذہنیت کا حامل ہے، جب کہ مؤخر الذکر باہمی تعاون، اجتماعیت اور قومی مفادات پر تجربے کی ایک کوشش ہے۔ ظاہر ہے انفرادی مفادات کے مقابلے میں اجتماعی مفادات زیادہ طاقت ور ہوتے ہیں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک خاتون فوت ہوگئی۔ اس نے اپنی وراثت میں جہیز اور زیورات چھوڑے ہیں۔ جب کہ اس کے ورثا میں خاوند، بیٹا، والدین، ایک بہن اور چار بھائی ہیں۔ اس کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ نیز اس خاتون کے والدین کی طرف سے ترکہ کے حصے میں آنے والی جائیداد اس کے بچوں اور اس کے خاوند کو ملے گی؟ محمد رضوان، کوٹ ادّو

جواب ادائے حقوق متوفیہ مثلاً تجہیز وتکفین اور ادائیگی قرض کے بعد اس کا کل ترکہ خواہ والدین کی طرف سے ترکہ میں آیا ہو یا خود بنایا ہو سب کے چوبیس حصے کیے جائیں گے اس کے خاوند کو 6 حصے اس کے والدین میں سے ہر ایک کو 4، 4 حصے اس کے بیٹے کو 10 حصے دیئے جائیں گے جب کہ اس کے بہن بھائی سب محروم ہوں گے۔

سوال غیر مسلم پڑوسی کے گھر ان کے مذہبی تہواروں میں آنا جانا اور ان کو تہواروں پر مبارک باد دینا درست ہے؟ اور اگر وہ ہمیں عید اور دیگر مواقع پر مبارک باد دیں تو قبول کی جاسکتی ہے؟ عرفان الحق، راولپنڈی

جواب غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں، جو اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہوں، ان میں شرکت حرام ہے۔ البتہ مشترکہ یا قومی تہواروں پر مبارک باد دی جاسکتی ہے۔

سوال آج کے دور میں مختلف کھیل جیسے فٹ بال، ہاکی، کرکٹ اور ٹینس وغیرہ ایک فن کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ ان کھیلوں میں حصہ لینا یا دیکھنے میں دلچسپی رکھنا اور بچوں کا ان کی طرف شغف رکھنا کیسا ہے؟ محمد ہاشم، بہاولنگر

جواب کھیلوں کو اگر ورزش اور تفریح کے دائرہ تک محدود رکھا جائے تو اس میں شرعاً قباحت نہیں مگر جن کھیلوں کی وجہ سے بنیادی سماجی و دینی فرائض اور ذمہ داریوں میں خلل پیدا ہو، ان سے احتراز ضروری ہے۔

سوال کیا کسی عورت کے وفات پا جانے کے بعد غیر محرم شخص اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے؟ نیز کیا اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے؟ کیا خاوند اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے؟ محمد اشفاق، راولپنڈی

جواب غیر محرم عورت کی وفات کے بعد اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، البتہ اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے۔ خاوند چہرہ بھی دیکھ سکتا ہے اور کندھا بھی دے سکتا ہے۔

مجلسِ مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔